CS (Main) Exam:2015

C-AVZ-O-VSEC

URDU

(COMPULSORY)

Time Allowed : **Three** Hours	Maximum Marks : **300**

QUESTION PAPER SPECIFIC INSTRUCTIONS

Please read each of the following instructions carefully before attempting questions :

All questions are to be attempted.

The number of marks carried by a question / part is indicated against it.

Answers must be written in ***URDU (Persian Script)*** *unless otherwise directed in the question.*

Word limit in questions, wherever specified, should be adhered to and if answered in much longer or shorter than the prescribed length, marks may be deducted.

Any page or portion of the page left blank in the Question-cum-Answer Booklet must be clearly struck off.

Q1. ذیل کے عنوانات میں سے کسی ایک پر چھ سو الفاظ (600) میں مضمون لکھیے۔ *100*

(a) نوجوانوں میں ذہنی تناؤ کے بڑھنے کے اسباب۔

(b) کامیابی کے عمل میں وقتی یا ضمنی سہاروں کا کام نہ آنا۔

(c) کیا کتابیں پڑھنے کی عادت روز بروز ختم ہوتی جا رہی ہے؟

(d) سماج میں توہم پرستی سے کیوں کر چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے؟

.2Q ذیل کے اقتباس کو بہت توجہ سے پڑھیے اور اس اقتباس پر مبنی سوالات کے جواب وضاحت، صحت اور اختصار کے ساتھ دیجیے۔

12×5=60

پریس میں شائع ہونے والی رپورٹوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کے تعلیمی اداروں سے نکلنے والے نوجوانوں میں سے اسّی (80) فیصد نوجوان بے روزگار رہ جاتے ہیں۔ تاہم جو لوگ نوجوانوں سے رابطے میں رہتے ہیں ان کو ان اعداد و شمار سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ تقریباً نوّے (90) فی صد نوجوان اپنی لاپرواہی اور غیر ذمہ دارانہ رویے کے باعث بے روزگار رہ جاتے ہیں۔ بعض نوجوانوں کے معاملے میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے اعتماد کو ظاہر کرنے کے لیے غلط طریق کار اور نامناسب طور طریقے استعمال کرنے لگتے ہیں۔ ایسے نوجوان، سوائے پیسے کمانے اور دولت بٹورنے کے کوئی بڑا مقصد اپنے سامنے نہیں رکھتے۔

ایسا بھی نہیں کہا جا سکتا کہ نئے تعلیم یافتہ نوجوان پوری طرح بے مصرف ہیں۔ ان میں سے ایک بڑی تعداد بہت عمدہ انگریزی بولنے پر قادر ہے اور ان میں خود اعتمادی بھی ہے۔ ایسے نوجوان نئے سے نئے رنگ ٹون سے باخبر ہیں، نئی فلموں سے خوب واقف ہیں اور طرح طرح کے لطیفوں سے بھی واقف ہیں، تاہم کوئی شخص اگر ان سطحی باتوں سے بلند ہو کر بات کرنے لگے تو ایسے نوجوان خالی خالی آنکھوں سے اُسے گھورنے لگتے ہیں۔ وہ محض

اپنے پاس زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنا چاہتے ہیں۔اس بات کا اندازہ ذرائع ابلاغ اور تنخواہوں کی اُن تفصیلات سے ہوتا رہتا ہے جو سامنے آتی رہتی ہیں۔مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ ایسے نوجوان اپنی تعلیمی ڈگری کی مناسبت سے جائز آمدنی کا کوئی جواز فراہم نہیں کر پاتے۔اگر چہ آپ ایسے لوگوں سے ان کے گریجویشن کے نصابات سے متعلق کوئی سوال پوچھ لیں تو وہ بغلیں جھانکنے لگیں گے۔جہاں تک نصاب سے باہر کی چیزوں کے مطالعہ کا سوال ہے تو کوئی شخص منظم انداز میں کچھ مطالعہ کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتا۔اس ضمن میں بعض اور چیزیں بھی بہت اہم ہیں۔ مثال کے طور پر اخلاقیات اور انسانی برتاؤ کا مسئلہ، انسان کی بنیادی شرافت کا مسئلہ اور یہ مسئلہ بھی کہ ہم اپنا خالی وقت کن چیزوں کے لیے صرف کرتے ہیں؟۔اگر آپ اس طرح کے سوالات کریں تو نوجوان لڑکے اور لڑکیاں سخت الجھن میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔اب کوئی شخص ذرا یہ بتائے کہ اس نوع کے سوالات کے کیا جواب دیے جائیں۔ اس ضمن میں مسئلہ محض یہ نہیں ہے کہ نوجوانوں کی زندگی اپنی ہے اور وہ جس طرح چاہیں، اپنی زندگی جئیں۔اس لیے کہ ایسے نوجوان ہر سوال کا بنا بنایا یا چلتا ہوا جواب دینا جانتے ہیں۔اگر یہی سلسلہ زیادہ دنوں تک چلتا رہا تو ہم اس طرزِ زندگی کے عادی بھی ہو سکتے ہیں۔

بہت سے نوجوان لوگ مقبول عام تحریروں کے پڑھنے کے عادی ہو جاتے ہیں یا بہت جلد گٹار بجانے کے ماہر بن جاتے ہیں یا عمدہ کرکٹ کھیلنے لگتے ہیں، مگر آپ ہی بتایئے کہ نوکری کے لیے انٹرویو لینے والا کوئی اکسپرٹ کیا ان نوجوانوں کی کچّی پکّی مہارت کو کبھی قابل قبول تسلیم کرے گا؟

ہمارا ملک بہت تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے، ہمارے ملک نے ناقابلِ یقین حد تک ایسی نسلیں پیدا کی ہیں جو کچھ کیے بغیر بہت معیاری زندگی گزارنا چاہتی ہیں۔ایسا لگتا ہے کہ ہم بہت بڑی تعداد میں ناتراشیدہ لوگ پیدا کر رہے ہیں جن میں کوئی بصیرت نہیں، اور نہ ان کے پاس کوئی نظام اقدار ہے اور نہ کسی چیز سے وفاداری ہے۔اگر آج کے نوجوانوں سے پوچھا جائے کہ وہ محض اپنے آپ کے تحفظ میں یقین رکھتے ہیں یا پھر زندگی میں کوئی بڑا کارنامہ انجام دینا چاہتے ہیں؟ تو زیادہ تر نوجوانوں کا جواب یہ ہوگا کہ ہم اپنی حفاظت اور بقاء کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

عام طور پر سمجھا یہ جاتا ہے کہ نوجوانوں کے اندر آئیڈیالزم ہوتا ہے یا ان کے پاس اعلی اقدار ہوتے ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ ان کے خیالات بہت بامعنی نہ ہوں مگر وہ اپنے خیالات پر قائم رہنا چاہتے ہیں۔ مگر آج کل، نوجوانوں میں کسی مقصد کو آگے بڑھانے کا حوصلہ نہیں ملتا۔۔۔۔۔اس نسل کے بار بار دہرائے جانے والے جوابات سے، میں نے تو صرف یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ گویا آج کے مسائل کا سارا حل دولت جمع کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اس لیے اس کے علاوہ کسی بلند مقاصد کی بات کرنا خود کو از کار رفتہ ثابت کرنے کے مترادف ہے۔

سوالات:

(a) نوجوانوں کی بے روزگاری میں اضافے کے اسباب کیا ہیں؟ 12

(b) آج کے نوجوان مضمون نگار سے کیا توقع رکھتے ہیں؟ 12

(c) مصنف کے مطابق، موجودہ نوجوان نسل کا واحد مقصد کیا ہے؟ 12

(d) آج کی نئی نسل کس چیز کو کامیابی و کامرانی کی کنجی تصور کرتی ہے؟ 12

(e) زمانہ حال کے نوجوانوں کا نقطۂ نظر آئیڈیلزم اور مثالیت کے سلسلے میں کیا ہے؟ 12

3Q. مندرجہ ذیل اقتباس کا اختصار (Precis) اندازاً ایک تہائی حصے میں کیجیے۔ اس پر کوئی عنوان مت لکھیے۔ Precis کو پوری طرح آپ کی اپنی زبان میں ہونا چاہیے۔ 60

خود کفالت کے حصول اور دوسرے ممالک پر انحصار کم کرنے کا معاملہ کم از کم دفاعی معاملات کے سلسلے میں آج کی صورت حال میں ہماری پسند سے زیادہ لازمی ہوگیا ہے۔ اس کے اسباب، دفاعی اور معاشیاتی دونوں ہیں۔ ماضی میں ہماری گورنمنٹ نے ہتھیاروں کے کارخانے اور پبلک سیکٹر میں اپنی فوجی صلاحیت میں اضافہ کی غرض سے کارخانوں کی کارکردگی میں اضافہ کیا تھا۔ تاہم، ہمیں اب بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ پرائیویٹ سیکٹر میں بھی دفاعی اشیاء کی پیداوار کی صلاحیت میں اضافہ کیا جائے۔ ایک بہت اہم پیش رفت اس سلسلے میں 'میک اِن انڈیا' کی صورت میں سامنے آئی ہے تاکہ گھریلو مصنوعات اور دوسری اشیاء کی پیداوار کی ہمت افزائی کی جاسکے۔ حقیقت یہ ہے کہ دفاعی مصنوعات کی گھریلو صنعت کو ترقی دینا آج اس لیے بھی ضروری ہوگیا ہے کہ اِس طرح ہم

محض بیرونی زر مبادلہ کو ہی نہیں بچا پائیں گے بلکہ اپنے قومی دفاع سے وابستہ مسائل کو بھی حل کر سکیں گے۔ چونکہ 'میک اِن انڈیا' کے نعرے کا مصداق بالخصوص دفاعی معاملات میں گورنمنٹ کا اکیلا خریدار ہونا ہے، اس لیے اس ضمن میں گھریلو صنعت کی ہمت افزائی دراصل دفاعی خریداری کی پالیسی سے مربوط ہے۔ جب کہ 'خریدو' اور 'خریدو اور بناؤ' جیسے نعرے کو مستقبل کے گلوبل خریداری کے مقابلے میں زیادہ ترجیح حاصل ہوگی۔ اس لیے کہ مستقبل قریب میں ہمیں درآمد کی پالیسی کو بالآخر خیرآباد کہہ کر گھریلو صنعتوں پر انحصار کرنا ضروری ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ آج کی ہندوستانی صنعتیں ٹیکنالوجی کے معاملے میں زیادہ صلاحیت نہ رکھتی ہوں مگر دوسرے ممالک کے صنعت کاروں کے اشتراک اور شراکت سے اپنی ملکی صنعت کو خودکفیل تو بنایا ہی جا سکتا ہے۔

اب تک ہماری گھریلو صنعت کے سلسلے میں دفاعی ضرورت کے تحت لائیسنس یا F.D.I. پالیسی کی رکاوٹوں جیسی پابندیاں سخت رہی ہیں۔ مگر اب تو دفاعی مصنوعات کی راہ میں حائل رکاوٹیں ہٹتی جا رہی ہیں۔ ان میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ F.D.I. پالیسی کو بالخصوص دفاعی معاملات میں نرم کر دیا گیا ہے تاکہ غیر ملکی سرمایہ کاری میں اضافہ کیا جا سکے۔ لائیسنس کی پالیسی بھی اب نرم کر دی گئی ہے اور نتیجے کے طور پر بہت سے پاٹ پرزے، خام مواد، جانچ پرکھ کی مشینیں اور صنعتی پیداوار، لائسنگ کے دائرہ سے باہر کر دی گئی ہیں۔

دفاعی معاملات میں مواقع کی کوئی کمی نہیں۔ خواہ وہ ملکی لوگوں کے لیے ہو یا غیر ملکی لوگوں کے لیے۔ اس لیے کہ ایک طرف تو گورنمنٹ خریداری کے سلسلے میں اپنی پالیسیوں میں مختلف تبدیلیاں کر رہی ہے۔ خواہ خریداری کے ساتھ پیسہ لگانے کا معاملہ ہو یا F.D.I. وغیرہ کے معاملات۔ اس لیے اب اس صنعت کو بھی آگے آنا ہوگا اور آگے کے چیلنجز کو قبول کرنا ہوگا۔ دفاع ایک ایسا سیکٹر ہے جس میں کثیر رقم لگانے اور ٹیکنالوجی کی جدتوں کو اپنانے کی سخت ضرورت ہے۔ اس لیے اس صنعت کو بھی پرانے اندازِ فکر سے باہر آنا ہوگا اور طویل مدتی منصوبے بنانے ہوں گے۔ ہمیں ریسرچ اور صنعتی ترقی پر مزید توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اس لیے اب گھریلو صنعتوں کے معاملے میں پبلک اور پرائیویٹ دونوں سیکٹروں میں نئے ماحول سازی کی سخت ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔

(486 لفظ)

Q4. مندرجہ ذیل اقتباس کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیجیے۔ **20**

عربستان کا بہت بڑا حصہ ریگستان کی صورت میں ہے۔ایسے ریگستانوں میں سوائے بالو اور چٹانوں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ بالو یا ریت اس قدر گرم ہو جاتا ہے کہ دن کے وقت اس پر سے ننگے پیر گزر ہی نہیں سکتے۔ ریگستان میں مختلف مقامات پر پانی کے چشمے ہوتے ہیں جو زمین کی کافی گہرائی سے پھوٹتے ہیں۔ یوں تو یہ چشمے بہت کم اور ایک دوسرے سے زیادہ فاصلے پر ہوتے ہیں۔ مگر جہاں چشمے پھوٹتے ہیں اس کے آس پاس لمبے اور سایہ دار پیڑ اُگ آتے ہیں جو اس جگہ کو ٹھنڈا، ہرا اور سایہ دار بنا دیتے ہیں۔ ایسی جگہوں کو اواسس (Oasis) کے نام سے جانا جاتا ہے۔

جو عرب لوگ آبادی میں نہیں رہتے وہ سال بھر ریگستان میں زندگی گزارتے ہیں۔ وہ وہاں شامیانے میں رہتے ہیں۔ ایسے شامیانوں میں، جن کو آسانی سے گاڑا اور اکھاڑا جا سکتا ہے۔ تاکہ وہ زیادہ وقت ضائع کیے بغیر ایک اواسس سے دوسرے اواسس تک جا سکیں اور اپنی بکریوں، اونٹوں، گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کے لیے گھاس اور پانی لے جا سکیں۔

یہ ریگستانی عرب کھجور اور میٹھی انجیر پر گزارہ کرتے ہیں۔ وہ ان پھلوں کو سکھا بھی لیتے ہیں اور سال بھر غذا کی طرح اس کا استعمال کرتے ہیں۔

یہ عرب لوگ دنیا کے بہترین گھوڑے رکھتے ہیں۔ عرب، اپنی گھوڑ سواری پر بڑا ناز کرتے ہیں اور اپنے گھوڑوں کو اپنی بیوی اور بچوں کی طرح عزیز رکھتے ہیں۔ ویسے عربوں کے لیے اونٹ، گھوڑوں سے کہیں زیادہ کارآمد ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ اونٹ نسبتاً طویل و عریض اور زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ ایک اونٹ کم و بیش دو گھوڑوں کے برابر بوجھ کو ڈھو سکتا ہے۔ عرب، اونٹوں پر سامان بھی لادتے ہیں اور سواری بھی کرتے ہیں۔ اس طرح وہ ریگستان میں دور دور تک کا فاصلہ طے کرتے ہیں۔ بالکل اس طرح جیسے وہ خود بھی 'ریگستان کی بھیڑ یں ہوں' دراصل اسی نام سے ان کو پکارا بھی جاتا ہے۔

20 حسبِ ذیل اقتباس کا ترجمہ اُردو زبان میں کیجیے۔ .5Q

Language and communication are something that children learn by talking to one another. But schools consider this an act of indiscipline. Instead, we have a special grammar class to learn language ! One educationist remarked, 'It is nice that children spend just a few hours at *school*. If they spend all 24 hours in schools, they will turn out to be dumb !' In most schools, teachers talk, children listen. The same is true for other skills also. Children learn a great deal without being taught, by tinkering and pottering on their own.

Changes in the school system, if they are to be of lasting significance, must spring from the actions of teachers in their classrooms, teachers who are able to help children collectively. New programmes, new materials and even basic changes in organisational structure will not necessarily bring about healthy growth. A dynamic and vital atmosphere can develop when teachers are given the freedom and support to innovate. One must depend ultimately upon the initiative and respectfulness of such teachers and this cannot be promoted by prescribing continuously and in detail what is to be done.

In education we can cry too much about money. Sure, we could use more, but some of the best classrooms and schools I have seen or heard of, spend far less per pupil than the average in our schools today. We often don't spend well what money we have. We waste large sums on fancy buildings, unproductive administrative staff, on diagnostic and remedial specialists, on expensive equipment that is either not needed, or underused or badly misused, on tons of identical and dull textbooks, readers and workbooks, and now on latest devices like computers. For much less than what we do spend, we could make our classrooms into far better learning environments than most of them are today.

Q.6 مندرجہ ذیل سوالات کے جواب لکھیے۔ *10×4=40*

(i) (الف) تشبیہ اور استعارہ کی تعریف لکھیے۔ تشبیہ اور استعارہ کے مختلف اجزاء کی نشاندہی، ایک سے زیادہ مثالیں دے کر کیجیے۔ کم از کم ایک مثال شعر کی صورت میں دیجیے۔

(ب) فعل لازم اور فعل متعددی کی تعریف لکھیے اور جملوں کی مدد سے واضح کیجیے۔

(ii) (الف) تجنیس، تضاد اور مراعاۃ النظیر کی الگ الگ تعریف کیجیے اور ہر ایک کی مثال بھی دیجیے۔

(ب) علمِ بدیع اور علمِ بیان کے فرق کی نشاندہی کیجیے۔

(iii) (الف) صنعتِ حسنِ تعلیل کسے کہتے ہیں اور حسنِ تعلیل کا نام حسنِ تعلیل کیوں ہے؟ دونوں باتوں کی وضاحت کیجیے، اپنی ہر بات کی دلیل کے طور پر کم از کم تین اشعار سے مثالیں بھی دیجیے۔

(ب) لف ونشر مرتب اور غیر مرتب کی تعریف کرتے ہوئے مثالیں بھی دیجیے۔

(iv) (الف) غزل کی صنفی شناخت میں قافیہ، ردیف اور بحر کا تعین کس طرح ممکن ہے؟ کم از کم دو غزلوں کے مطلع اور مطلع کے بعد کے شعر کی مثالوں سے اپنی بات کی وضاحت کیجیے۔

(ب) کسی جملے میں فعل، فاعل اور مفعول کی ترتیب کیا ہوتی ہے؟ اور کیا انگریزی زبان میں بھی اسی ترتیب سے تینوں حصے آتے ہیں؟